فقہ حنفی کی خصوصیات

ڈاکٹر حاجی ولی محمد
پرنسپل، خواجہ فرید گورنمنٹ کالج، رحیم یار خان

فقہ حنفی کا اجمالی تعارف:

فقہی مذاہب کا ذکر کرتے ہوئے دورِ حاضر کے ممتاز قانون دان ڈاکٹر صبحی محمصانی مسلک حنفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حنفی مذہب تمام ممالکِ اسلامیہ میں اس لیے سب سے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل وقضاء کے لیے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اسی مذہب کی روشنی میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تدوین ہوئی'' (۱)

مسلکِ حنفی کی مقبولیت اور عالمی اشاعت کے ضمن میں مصنف موصوف رقم طراز ہیں:

''جو ملک سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ حکومت رہے ہیں جیسے مصر، سوریا اور لبنان، ان کا مسلک بھی محکمہ عدل وقضاء میں حنفی چلا آتا ہے۔ حکومت ٹیونس کا مسلک بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مسلک بھی مسائل عبادات میں یہی ہے اور مسلمانان بلقان وقفقاز بھی اسی مسلک کے مقلد ہیں۔ اسی طرح افغانستان وترکستان اور پاک وہند وچین کے ہاں بھی یہی مسلک غالب ہے اور اس مسلک کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں'' (۲)

دورِ حاضر میں مسلک حنفیت کے عروج اور عالمی فروغ کی کیفیت ایک مستشرق کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

Even now a days the Hanfi school prevails in the former Ottoman countries, Tunisia for instance it is equal to the malike site and also in Egypt it is the officially recognized law school. Further it is predominant in Central Asia(Afghanistan, Turkestan, Bukhara, Samarkand) and in Pakistan and India.(3)

آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تیونس میں اسے

مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسطِ ایشیاء (افغانستان' ترکستان' بخارا' سمرقند) اور پاک وہند میں بھی غالب وفائق ہے۔

یہ تو ہے دورِ حاضر میں مسلک حنفی کی مقبولیت کا کچھ اندازہ' آج سے چھ سو برس پہلے ابن خلدون لکھتا ہے ''امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین آج عراق' ہند' چین ماوراالنہر اور بلادِ عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں'' (۴)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حنفی مسلک دنیا میں سب سے زیادہ پھیلا۔بادی النظر میں اس کی اشاعت کا سبب حنفی فقہاء کا قضاء وعدل کے اونچے مناسب پر فائز ہونا اور سرکاری مذہب کی حیثیت سے رائج ہونا نظر آتا ہے لیکن اگر فقہ اسلامی کی پوری تاریخ کا بہ نظر تعمق جائزہ لیا جائے اور مختلف فقہی مکاتب فکر کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو علی وجہ البصیرت یہ کہنا بالکل درست اور بجا ہوگا کہ مسلک حنفی کے مسائل میں' اس کے طریق استنباط میں' منہاج استدلال اور اصول قواعد میں بنیادی طور پر وہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو اسے نہ صرف یہ کہ دوسرے فقہی مکاتیب فکر سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ انہی خصوصیات کی بناء پر اسے وہ عالمی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج روئے زمین کے دوتہائی مسلمان مسلکِ حنفیت کے پیرو ہیں۔

ایک عام مسلمان کے ذہن میں جو فقہ اسلامی کی تاریخ پر گہری نظر نہیں رکھتا' یہ خیال آسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک کے بعد صحابہ کرامؓ میں اور بعدازاں ائمہ کرامؒ میں فقہی اختلافات کیوں رونما ہوئے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''فروعات میں صحابہ اور تابعین کے اندر اختلاف کے اسباب'' پر ایک پورا باب باندھا ہے اور سیر حاصل بحث کی ہے۔بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غرض! آنحضرت ﷺ کا مقدس زمانہ اسی نہج پر ختم ہوا۔صحابہ کرامؓ کا بھی یہی دستور اور معمول اور طریقہ رہا۔اس کے بعد جب صحابہ کرامؓ مختلف بلاد وممالک میں پھیل گئے تو ہر صحابی ملک کے مختلف گوشوں میں اپنی اپنی جگہ مقتدا اور پیشوا ہو گیا۔وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے حوادثات' واقعات اور مسائل پیش آنے لگے۔لوگ ان سے فتوے پوچھتے' مسائل دریافت کرتے۔ہر صحابیؓ اپنے اپنے حفظ اور یاد اور اپنے اپنے اجتہاد' اخذ واستنباط کے بموجب جواب دیتا' جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی روایات سے جواب نہ ملتا تو وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اور اس علت کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے جس کو خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی منصوصات میں حکم

کی علت اور حکم کا مدار علیہ گردانا تھا اور پھر اس حکم کو علت کے مطابق جہاں جہاں یہ علت پائی جاتی' جاری کرتے اور پوری قوت اور کامل توجہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی غرض مطلوب کی موافقت میں کوشاں رہتے - ان حالات اور اس طریق کار کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں مختلف قسم کا اختلاف رونما ہو گیا'' (۵)

ابن خلدونؒ نے اسی ضمن میں ایک بنیادی بات کی نشاندھی کی ہے - وہ لکھتے ہیں:

''اور اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا کیونکہ احکام شرعیہ کے اصول و ادلہ جو قرآن مجید میں ہیں وہ بہر حال لغتِ عرب میں نہیں جو کہ کئی کئی معانی کے متحمل ہیں اور اس اختلافِ معانی کے سبب ائمہ میں اختلاف پیدا ہو گیا - یہی حال سنت کا ہے کہ وہ مختلف الطرق ہے اور اکثر متعارض فی الاحکام' اس لیے لامحالہ ترجیح کی ضرورت پڑتی ہے اور یہیں سے اختلاف کی بنیاد پڑتی ہے - قطع نظر ان باتوں کے دنیا کے واقعات نئے نئے رونما ہوتے رہتے ہیں جن میں نصوص سے بظاہر کوئی راہنمائی نہیں ملتی - مجبوراً کسی مشابہت سے ان کو منصوص کے زمرہ میں شمار کرنا پڑتا ہے - بس یہیں سے اختلاف کے راستے پھوٹتے ہیں اور یونہی سلف آپس میں مختلف الرائے رہے اور ان کے بعد ائمہ مجتہدین بھی'' (۶)

اس اختلاف کی بنا پر جو فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے' ان پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن خلدونؒ رقم طراز ہیں:

''اب دو ہی مذہب رواج پذیر رہے' یا تو اہل الرائے کا مذہب عراق میں اور اہل حدیث کا مذہب حجاز میں' اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا امام ابو حنیفہؒ النعمان بن ثابت ہیں جن کا مقام فقہ میں اتنا اعلیٰ و ارفع ہے کہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکا - یہاں تک کہ ان کے ہم مشرب حضرات بھی خصوصاً امام مالکؒ' امام شافعیؒ کھلے الفاظ میں کہہ گئے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کا کوئی مثیل و نظیر نہیں'' (۷)

مسلک حنفی کی ابتدا اور اہل الرائے کی توجیہہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صبحی محمصانیؒ لکھتے ہیں:

''مذہب حنفی بھی کوفہ میں پیدا ہوا جس کے بانی کا امام ابو حنیفہؒ نعمان بن ثابت ہیں! جو امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں - آپ کی علمی زندگی کی ابتداء علمِ کلام کے مطالعہ سے ہوئی - پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ) سے پڑھی - عملی زندگی کے لحاظ سے آپؒ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے -

علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل ورائے سے استصواب کرنے احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس واستحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کردی تھی۔اسی لیے آپ کے مذہب کا نام مذہب اہل الرائے مشہور ہوگیا''(۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مسلکِ حنفی کے فروغ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

''امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب اور شاگردوں نے امام محمدؒ کی تصانیف کی طرف خاص اور کامل توجہ دی۔ان کی کتابوں کی تلخیص کی اور ان کی زود فہم کرنے کی کوشش کی۔ان کی شرح وتوضیح کی اور تخریج کی تاسیس وتعمیر کی بنیادیں قائم کردیں اور دلائل وبراہین بھی فراہم کیے۔اس کے بعد یہ علماء خراسان اور ماوراالنہر وغیرہ میں پھیل گئے اور ان کے ذریعے یہ مسائل ان ممالک میں بھی عام ہوگئے اور اسی کا نام امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہوگیا''(۹)

عمائد اربعہ کا مختصر تعارف:

پیشتر اس کے کہ مسلکِ حنفی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چار عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیوں کا مختصر تعارف پیش کیا جائے۔جنہیں بجا طور پر فقہ حنفی کی عمارت کے عمائد اربعہ کہا جاسکتا ہے اور جنہوں نے فقہ حنفی کو پروان چڑھایا۔ان میں سب سے پہلی شخصیت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہے جو فقہ حنفی کے بانی، قائد اور راہنما ہیں اور باقی تین آپؒ کے سب سے مشہور تلامذہ، امام ابو یوسفؒ، امام محمد اور امام زفرؒ ہیں۔اب ہم ان کے حالات مختصراً بیان کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ: آپؒ کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے۔آپؒ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔کوفہ ہی میں آپؒ نے پرورش پائی۔(۱۰) آپ کی پرورش ایک خاص اسلامی گھرانے میں ہوئی۔(۱۱) خطیب بغدادی کے حسب ذیل بیان سے جہاں آپؒ کے خاندان کے متمول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے وہاں اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپؒ کے والد اور دادا کو حضرت علیؓ سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا تھا:

''وذهب ثابت الى على بن ابى طالب وهوصغيرفدعاله بالبركةفيه وفى ذريته......والنعمان بن المرزبان ابوثابت هوالذى اهدى لعلى بن ابى طالب الفالوذج فى يوم النيروزفقال نوروزنا كل يوم''(۱۲)

(اور (امام ابوحنیفہؒ کے والد) ثابت حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ابھی کمسن تھے تو آپؓ نے اس کے لیے اور اس کی اولاد کے لیے خیر وبرکت کی دعا فرمائی...... اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے والد (اور امام اعظم کے دادا) ہیں وہی ہیں جنھوں نے یوم نوروز پر حضرت علی بن ابی طالب کو فالودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا ہمارا ہر دن ہی نوروز ہے)

ایک متمول اور خوشحال خاندان کے چشم وچراغ ہونے کی حیثیت سے آپؒ نے عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور زندگی بھر تجارت سے وابستہ رہے تاہم آپؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف النوع عقائد کے لوگ آباد تھے- ان میں شیعہ تھے تو ان کے مقابل خارجی تھے- معتزلہ تھے تو ان کے مقابل علمِ صحابہؓ کے حامل تابعی تھے اور ان میں مناظروں کی گرم بازاری تھی- اللہ تعالی نے آپؒ کو ذہانت وفطانت کا بہرہ وافر عطا فرمایا تھا- لہذا آغازِ شباب ہی میں آپؒ نے بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا- بعد میں پوری سنجیدگی سے علمِ فقہ کی طرف مائل ہوگئے- یہ میلان کیسے پیدا ہوا؟ اس بارے میں متعدد روایات ہیں ایک دلچسپ روایت خود ان سے مذکور ہے:

''ابویوسفؒ فرماتے ہیں ایک مرتبہ امام صاحب سے سوال کیا گیا: آپؒ کو فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی؟ امام صاحب نے فرمایا: سنیئے: جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہِ لم یزل سے تھی فلہ الحمد! میں جب طلب علم کے لیے کمربستہ ہوا تو میں نے تمام علوم پر ایک ایک کر کے نظر ڈالی- ان کے نفع اور نتیجے پر غور کیا- میرے جی میں آیا علم کلام پڑھوں- غور کرنے پر معلوم ہوا- اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے- آدمی اس میں ماہر بھی ہو جائے تو اپنا عندیہ برسرِ عام بیان نہیں کرسکتا- اس پر طرح طرح کے الزام عائد کیے جاتے ہیں اور اسے صاحب بدعت وضلالت کا لقب دیا جاتا ہے-

پھر ادب ونحو پر غور کیا- اس نتیجے پر پہنچا کہ آخر اس کا مقصد اس کے ماسوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ بیٹھ کر بچوں کو نحو وادب کا سبق دوں- پھر شعر وشاعری کے پہلو پر غور کیا تو اس کا مقصد مدح وہجو دروغ گوئی اور تخریب دین کے سوا کچھ نہ پایا- پھر قرأت وتجوید کے معاملے پر غور کیا- میں نے سوچا کہ اس میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد آخر یہی ہوگا کہ چند نوعمر جمع ہوکر میرے پاس تلاوت قرآن کریں- باقی رہا قرآن کا مفہوم ومعنی تو وہ بدستور ایک دشوار گزار گھاٹی رہے گی-

پھر خیال آیا طلبِ حدیث میں لگ جاؤں' پھر سوچا کہ ذخیرہ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہوگی تاکہ علمی استفادہ کیلئے لوگ میرے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ طلب حدیث کیلئے احتیاج نوخیز لوگوں کو ہی ہوسکتا ہے۔ پھر ممکن ہے کہ مجھے کذب اور سوءِ حفظ سے متہم کرنے لگیں اور روزِ حشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار ہو جائے۔ بعد ازاں میں نے فقہ کی ورق گردانی شروع کی۔ جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا۔ اس کا رعب بڑھتا ہی گیا اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء و مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاقِ جلیہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اداء فرض' اقامت دینِ متین' اظہار عبودیت اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ذریعے دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بلند مناصب پر فائز ہوسکتا ہے اور اگر تخلیہ و عبادت کا آرزومند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ وہ حصول علم کے بغیر مشغول عبادت ہے بلکہ کہا یہ جائے گا کہ وہ صاحبِ علم فقیہ اور علم کی راہ پر گامزن ہے''(۱۳)

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد ابوزہرہؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''روایت بالا کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ نے رائج الوقت علوم و فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تاکہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں امتیاز و تخصیص پیدا کرسکیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کی جولانگاہِ فکر و نظر بنا''(۱۴)

علم فقہ سے آپؒ کی وابستگی کا عالم یہ تھا کہ آپؒ اپنی تمام تر ذہانت' فطانت' استعداد اور مہارت کے باوجود کامل اٹھارہ برس اپنے استاد حمادؒ کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں آپؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''فجعلت على نفسي ان لاافارق حماداًحتى يموت فصحبت ثماني عشرةسنة''(۱۵)

پس میں نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا کہ (اپنے استاد) حماد سے تاحینِ حیات الگ نہ ہوں گا۔ چنانچہ میں پورے اٹھارہ برس ان کی صحبت میں رہا۔

حماد کی صحبت نے آپؒ کی استعداد کو اور زیادہ نکھار بخشا اور آپؒ نے اس علم میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ اس فن کے بڑے بڑے اکابر نے آپؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ڈاکٹر صبحی محمصانیؒ لکھتے ہیں:

''تبحر علمی کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کا لقب امام اعظم ہو گیا۔ آپؒ کے بارے میں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ علمِ فقہ سیکھنے والا ابوحنیفہ کا محتاج ہے۔ امام ابویوسفؒ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپؒ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو'' (١٦)

خیر الدین الزرکلیؒ نے ''الاعلام'' میں امام شافعیؒ کے اس قول کو نقل کیا ہے:

''عن الامام الشافعی الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة'' (١٧)

(امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں)

خطیب بغدادی نے امام شافعیؒ کے اسی مفہوم کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں:

''مارأیت احدا افقه من ابی حنیفة' الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه من ارادان یتبحرفی الفقه فهوعیال علی ابی حنیفة'' (١٨)

خطیب بغدادی نے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے علاوہ خلف بن ایوب' ابن عیینہ' ابوبکر بن عیاش' سہل بن مزاحم' قاسم بن معن' ابن جریج' عبداللہ بن مبارک' مسعر بن کدام' ابوجعفر الرازی' اعمش، فضیل بن عیاض' سفیان ثوری اور ایسی کئی دیگر مقتدر اور صاحبِ علم و فضل شخصیتوں کے مدحیہ اقوال درج کیے ہیں جس میں آپؒ کے مختلف کمالات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ (١٩) ان میں سے صرف ابن المبارک کا ایک قول پیش کیا جاتا ہے:

''رأیت مسعرافی حلقةابی حنیفةجالسابین یدیه یسأله ویستفید منه وماء رأیت احداقط تکلم فی الفقه احسن من ابی حنیفة'' (٢٠)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں آپؒ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

The leading fiqh, Scholar and therlogion in Iraq(21)

(عراق کا فقیہ اعظم اور متکلم)

یوں تو آپؒ کے مناظرے اور مکالمے کثرت سے قلمبند کیے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک آپ کی فراست و بصیرت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے تاہم یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے

آپؒ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

ابن الاثیر الجزریؒ نے اپنی مشہور کتاب ''تاریخ الکامل'' میں لکھا ہے کہ اہل ہمدان حضرت علیؓ کے حامی تھے۔منصور نے موصل پر لشکرکشی اور شب خون مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقہاء کرامؒ سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ابن الاثیر کے الفاظ یہ ہیں:

''فاحضراباحنيفةوابن ابى ليلىٰ وابن شبرمة وقال لهم اهل الموصل شرطوالى انهم لايخرجون على فان فعلواحلت دماؤهم واموالهم وقدخرجوافسكت ابوحنيفة وتكلم الرجلان وقالا رعيتك فان عفوت فاهل ذلك انت وان عاقبت فبمايستحقون!فقال لابى حنيفةاراك سكت ياشيخ !فقال ياامير المؤمنين!اباحوك مالايملكون ارأيت لوان امراة اباحت فرجهابغيرعقدنكاح وملك يمين اكان يجوزان توطأ؟ قال لاوكف عن اهل الموصل وامراباحنيفةوصاحبيه بالعودالى الكوفة''(۲۲)

پس منصور نے ابوحنیفہؒ ،ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلوایا اور کہا: اہل موصول نے میرے ساتھ یہ عہد کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو ان کا مال وجان مباح ہوجائے گا اور اب وہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔امام ابوحنیفہؒ تو خاموش رہے جبکہ دوسرے دو حضرات بولے''اہل موصل آپ کی رعیت ہیں اگر آپ معاف کردیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزادیں تو وہ اس کے مستحق ہیں''منصور نے ابوحنیفہؒ کو مخاطب ہوکر کہا ''حضرت !آپ کیوں خاموش ہیں؟''آپ نے فرمایا: امیر المؤمنین !جس چیز کو ان لوگوں نے آپ کیلئے مباح قرار دیا ہے۔انہیں اس کا حق حاصل نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں) بھلا فرمائیے اگر کوئی عورت منکوحہ یا بندی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کیلئے مباح کردے تو کیا اس سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟(یعنی عورت نے ایسے طریق سے ازخود اپنے جسم کو مباح کیا ہے جسے شریعت روا نہیں رکھتی)منصور بولا نہیں اور اہل موصل سے

ہاتھ روک لیا اور ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہؒ کے ترجمے میں ایک مستقل فصل ''ماذکر من وفورعقل ابی حنیفة وفطنته وتلطفه'' قائم کی ہے۔(۲۳) اس میں امام اعظمؒ کی ذہانت وفطانت کے کئی واقعات درج ہیں۔ ایک میں ابو یوسفؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

''دعاالمنصور اباحنيفة فقال الربيع حاجب المنصوروكان يعادى اباحنيفة ياامير المؤمنين هذاابوحنيفة يخالف جدك- كان عبدالله بن عباس يقول اذاحلف على اليمين ثم استثنى بعد ذلك بيوم او بيومين جازالاستثناء وقال ابوحنيفة لايجوز الاستثناء الامتصلا باليمين فقال ابوحنيفة ياامير المؤمنين!ان الربيع يزعم انه ليس لك فى رقاب جندك بيعة فقال وكيف؟ قال يحلفون لك ثم يرجعون الى منازلهم فيستثنون فتبطل ايمانهم قال ضحك المنصوروقال ياربيع لاتعرض لابى حنيفة فلماخرج ابوحنيفة قال له الربيع:اردت ان تشيط بدمى قال والكنك اردت ان تشيط بدمى فخلصتك وخلصت نفسى''(۲۴)

ایک دفعہ منصور نے ابوحنیفہؒ کو بلا بھیجا، منصور کے حاجب ربیع نے جو آپ کا جانی دشمن تھا، کہا: امیر المؤمنین! یہ ہیں ابوحنیفہ جو آپ کے دادا کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے اگر کوئی شخص حلف اٹھالے اور اس کے ایک یا دو دن بعد بھی انشاءاللہ کہہ دے تو یہ جائز ہے مگر ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ استثناء یعنی انشاءاللہ حلف سے متصل ہونا چاہیے۔ ابوحنیفہ بولے امیر المؤمنین! ربیع کا گمان ہے کہ آپ کی فوج کے لوگ آپ کے حلقہ بیعت میں داخل نہیں ہیں۔ خلیفہ بولا وہ کیسے؟ آپؒ نے فرمایا وہ یوں کہ آپ کے روبرو حلف اٹھالیں اور پھر گھر جا کر استثناء کرلیں۔ اس طرح ان کی قسم باطل ہوجائے گی۔ منصور ہنس پڑا اور ربیع سے کہا ابوحنیفہ سے تعرض نہ کیجیے۔ جب ابوحنیفہؒ نکلنے لگے تو ربیع نے ان سے کہا! آپ نے تو میرا خون بہانے کا ارادہ کرلیا تھا! فرمایا یوں نہ کہیے بلکہ میرا خون بہانے کا ارادہ آپ نے کیا تھا۔ میں نے تمہاری بھی گلوخلاصی کرادی اور خود اپنی بھی رہائی کرالی۔

امام اعظمؒ کی شخصیت اتنی بلند وبالا ہے کہ آپ کے مناقب میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں (۲۵)

امام قاضی ابو یوسفؒ:

امام اعظمؒ کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں وہ قاضی ابو یوسفؒ کی ہے- آپ کا اصل نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے- ۱۱۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے- وہیں تعلیم حاصل کی- آپ عربی النسل تھے- آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بناء پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے- امام اعظمؒ نے آپؒ کی یہ حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے- ابو یوسفؒ پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے- بعد میں جب امام اعظمؒ کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے- علم و فضل کی بناء پر عہدہ قضاء پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے اولین قاضی قرار پائے- خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

''وولاد موسی بن المهدی القضاء بهاشم هارون الرشیدمن بعده وهواول من دعی بقاضی القضاةفی الاسلام''(۲۶)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے مشہورترین شاگرد امام ابو یوسفؒ ہیں' امام ابو یوسفؒ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے- اور انہی کے ذریعے عراق' خراسان' ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے''(۲۷)

ابوزہرہ نے ابن جریر طبری اور ابن عبدالبر کے ان مدحیہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف کے متعلق کہے ہیں- امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

''قاضی ابو یوسفؒ بڑے فقیہ' عالم اور حافظ تھے- حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے- محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے- پھر کھڑے ہو کر املاء کرا دیتے- بڑے کثیر الحدیث تھے- آپؒ تین خلفاء: مہدی' ہادی' اور ہارون الرشید کے قاضی رہے''(۲۸)

ابن عبدالبر کہتے ہیں:

''ہارون الرشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابو یوسفؒ ان کے ہاں بڑے موقر و مکرم تھے''(۲۹ (الف)

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں ابو یوسفؒ کے ترجمے میں لکھا ہے کہ

''اعمش نے ابو یوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت کیا- ابو یوسف نے اس کا

شافی جواب دیا تو اعمش نے کہا تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بناء پر دیا ہے؟
ابو یوسف نے کہا اس حدیث کی بناء پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے-
تو اعمش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے باپ کی
ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی-لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے''(۲۹(ب)

اس سے آپؒ کی ذہانت وفطانت اور استنباط مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے-امام ابو یوسفؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاذ امام ابو حنیفہؒ کے افکار ونظریات کا ذکر کیا ہے-آپ کی سب سے مشہور تصنیف ''کتاب الخراج'' ہے-(۳۰) یہ دراصل ایک خط ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام لکھا ہے-اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع آمدنی کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں-بقول ابو زہرہؒ ''یہ کتاب بلاشبہ اپنے موضوع پر بہتر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے-جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی''(۳۱)

امام ابو یوسفؒ کی ایک اور کتاب ''اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ'' ہے-جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کیے ہیں جو امام اعظمؒ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے-ان تمام مسائل میں امام ابو یوسفؒ نے امامِ اعظمؒ کا ساتھ دیا ہے-

امام ابو یوسفؒ کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہؒ لکھتے ہیں:

''یہ ہیں امام ابو یوسف کی تصانیف' مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کسی قدر حسین تعبیر' وضوحِ بیان' جزالت وفخامت' دقتِ نظر اور قوتِ فکر پائی جاتی ہیں-اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابو حنیفہؒ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے''(۳۲)

امام محمدؒ

مسلک حنفی کے تیسرے ستون امام محمدؒ ہیں-آپؒ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابوعبداللہ ہے-آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی-آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظمؒ سے اکتساب فیض کیا-تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی-علاوہ ازیں امام ثوریؒ اور امام اوزاعی سے بھی استفادہ علمی کیا-عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے فقہ' حدیث روایات اور ان کے افکار وآراء اخذ کیے-آپ نے تین برس امام مالکؒ کے یہاں قیام کیا-ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے-آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے-اس لیے لسانی وبیانی خصوصیات سے بہرور تھے-شخصیت بھی بڑی بارعب اور جاذب

نظر تھی- امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''آپ فصیح ترین انسان تھے- جب بولتے تو سامع محسوس کرتا کہ قرآن آپ کی زبان پر اترا ہے''

خطیب بغدادی نے آپؒ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ

''ترك ابی ثلاثین الف درهم فانفقت خمسة عشر الفا علی النحو والشعر و خمسة عشر الفا علی الحدیث والفقه''

(میرے باپ نے تیس ہزار درہم ترکہ چھوڑا- میں نے پندرہ ہزار درہم نحو و شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کے اکتساب میں خرچ کیے)

خطیب بغدادی نے آپؒ کی علمی فضیلت کے ذکر میں امام شافعیؒ کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں جن میں سے فقط دو پیش کیے جاتے ہیں- امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''لو اشاء ان اقول ان القرآن نزل بلغة محمد بن الحسن لقلت لفصاحته''

اور آپؒ نے فرمایا:

''امن الناس علی فی الفقه محمد بن الحسن''

خطیب بغدادی بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ سے ابراہیم العربی نے پوچھا: ''هذه المسائل الدقائق من این لك؟ تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواباً فرمایا: من کتب محمد بن الحسن- علی بن سلطان محمد الروی القاری نے امام شافعیؒ کے اس قول کو مناقب خوارزمی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

''عن الشافعی انه قال محمد بن الحسن یخاطب الناس ویکلمهم علی قدر عقولهم فلو کلمهم علی قدر عقله لما فهموا کلامه''

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تصنیف و تالیف، درس و تدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے امام محمد بن الحسن ہیں'' (۳۳)

ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے فقہ کی تحصیل کی- اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی......) (۳۴)

ابوزہرہ لکھتے ہیں:

''محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جوان کے استاذ امام ابو یوسفؒ کے سوا کسی میں جمع نہ ہو سکے- آپ نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی- منصب قضاء کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلا پیدا کی- استاذ مدینہ امام مالکؒ سے اہل حجاز کی فقہ حاصل کی- اہل شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام اوزاعیؒ سے پڑھی- تفریع اور حساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے- زبردست قوتِ بیانیہ کے مالک تھے- جب قضاء کی ذمہ داریوں سے دوچار ہوئے تو آپؒ کے علم وتجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا...... سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمدؒ کے سر ہے''(۳۵)

امام محمدؒ نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام محمدؒ کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں- ان کی تفصیل تو آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں ان کی صرف دو تصانیف سے متعلق دو تبصرے پیش کیے جاتے ہیں: اول یہ کہ امام اوزاعیؒ نے جب آپ کی کتاب ''السیر الکبیر'' دیکھی تو بولے: ''اللہ تعالی نے اصابتِ جواب میں ان کی رائے کو محدود کر دیا ہے- اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے: ''وفوق کل ذی علم علیم'' دوم ابوزہرہ آپ کی ایک اور تصنیف ''الجامع الکبیر'' سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نقل کردہ عبارت سے روزِ روشن کی طرح یہ امر واضح ہے کہ یہ کتاب جودتِ تعبیر احکام فکر، سلاستِ عبارت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے''(۳۶)

خطیب بغدادی نے امام محمد کی علمی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے ابوالحسن بن داؤد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں: جاحظ کی کتاب ''البیان والتبیین'' نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی ''الکتاب''، اور خلیل کی ''کتاب فی العین''، جبکہ ہمارا فخر ان ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو کوفہ کے ایک مرد محمد بن حسن نے حلال وحرام کے متعلق بیان کیے ہیں- وہ ایسے قیاسی اور عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں......''

فقہ حنفی سے متعلق امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی گرانقدر خدمات کا ذکر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"These two pupils are move authoritative for the development of the teaching of the school than even Abu

Hanifa himself"(37)

(یہ دونوں شاگرد حنفی مکتب فکر کی تعلیمات کے نشو وارتقاء کے ضمن میں خود ابوحنیفہؒ سے بھی سبقت لے گئے ہیں"

امام اعظمؒ کے دو رشید تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ جنہیں عرف عام میں "صاحبین" کہا جاتا ہے کے علم وفضل کمالات مہارت اور فقہی بصیرت کا اندازہ مندرجہ بالا اقوال سے آسانی سے لگایا جا سکتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے اقوال وافکار کو متاخرین تک پہنچانے میں عظیم خدمت انجام دی ہے اور فقہ حنفی ہی نہیں فقہ اسلامی میں ان کا ذکر زریں حروف سے مرقوم ہے-

امام زفرؒ:

اب فقہ حنفی کے چوتھے ستون امام زفرؒ کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے- آپ کا پورا نام زفر بن ہذیل ہے- یہاں اس امر کا ذکر بے حد ضروری ہے کہ آپ امام اعظمؒ کے دونوں ارشد تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے- چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پا گئے- گویا آپ کا سن وفات ۱۵۸ھ ہے- آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی- ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظمؒ کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے- امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے- تاہم آپ امام اعظمؒ کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ہی مسند تدریس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی- تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا عمدہ تقابل کیا گیا ہے- لکھا ہے "مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا: ابوحنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام مزنی نے کہا: اہل عراق کے سردار" اس نے پوچھا "اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ وہ بولے "وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنیوالے ہیں" اس نے پھر کہا اور امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مزنی بولے! وہ تفریعات میں سب پر فائق ہیں- وہ بولا- اچھا تو زفر کے متعلق فرمائیے: امام مزنی بولے! وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں"(۳۸)

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریق کار

عصر صحابہ میں مجتہد پائے جاتے تھے وہ اپنے فتاوی اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی ﷺ کی جمع وتدوین بھی نہیں کی- بعد میں مدینہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابن عباسؓ اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے- ان کو دوسرے مسائل کیلئے مبنی قرار دیتے تھے- عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے فتاویٰ شریح اور دیگر

قضاۃ کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے- کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بھی فتاوی کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا- امام ابوحنیفہؒ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا- تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی ڈائری کی تھی کہ مجتہد عندالضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا- فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظمؒ کے سر ہے-

بقول علامہ مکی امام ابوحنیفہؒ وہ شخص ہیں جنہوں نے علمِ شریعت کو مدون کیا- آپ سے قبل یہ فخر کسی کو حاصل نہ ہو سکا- صحابہ و تابعین نے نہ ابواب مرتب کیے اور نہ کوئی باترتیب تصنیف کی- ان کا تمام تر اعتماد قوتِ فہم پر تھا- ان کے دل ہی علم کے صندوق تھے- امام ابوحنیفہؒ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھرے پڑے ہیں- ان کے جی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے ناخلف انہیں شائع کر دیں...... امام ابوحنیفہؒ نے تدوین علم کا بیڑا اٹھایا'' (۳۹)

علی بن سلطان محمد الروی نے بھی اس امر کی نشاندھی کی ہے:

''اذمن المعلوم المقران الامام الاعظم هوالمجتهدالاقدم وهوالذى اسس الاصول والفروع بادلةالمعقول والمشروع حتى اعترف الشافعي حيث قال الخلق كلهم عيال ابى حنيفةفى الفقة'' (مخطوطہ عکسی نسخہ مکتبہ انور استنبول ترکی، ص ۶)

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظمؒ کی حیثیت بانی و قائد اور رہنما کی ہے تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظمؒ کی براہ راست فقہ حنفی پر کوئی تصنیف نہیں بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کیے اور حضرت امام نے کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی- چنانچہ فقہ حنفی کی کتب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسف ورنہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمدؒ نے کی-

امام اعظمؒ کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں:

''فقہ میں امام ابوحنیفہؒ نے کوئی مرتب و منظم کتاب تصنیف تصنیف نہیں کی- اگر آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات روحِ عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے'' (۴۰)

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شوروی طریق کار پر ہوئی- اس طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ مکی ''المناقب'' میں لکھتے ہیں:

''آپ نے اپنے مسلک کی اساس اپنے تلامذہ کی شوری پر رکھی اور ان پر اپنی رائے

ٹھونسنی نہیں چاہی- اس سے آپ کا مقصد دینی کاوش اور خدا اور رسول ﷺ سے تعلق خلوص میں امکانی حد تک کوشاں رہنا تھا- آپ ایک ایک مسئلہ پیش کر کے تلامذہ کے جوابات سنتے تھے اور پھر اپنا مافی الضمیر بیان فرماتے- ضرورت کا تقاضا ہوتا تو ان سے تبادلہ افکار بھی کرتے- جب ایک قول پر آ کر بات ٹھہر جاتی تو ابو یوسفؒ اسے اصول میں درج کر لیتے- اس طرح انہوں نے سب اصول تحریر کر لیے"(۴۱)

مجلس شوریٰ میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے وابستہ دامن تلامذہ کے متعلق فرمایا:

"اصحابنا ھولاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون يصلحون للقضاء ومنهم ستة ويصلحون للفتوىٰ ومنهم ثنان يصلحان يؤدبان للقضاة واصحاب الفتوىٰ واشارالى ابى يوسف وزفر"(۴۲)

(یہ چھتیس آدمی ہیں- ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ مفتی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح و تادیب کی قابلیت رکھتے ہیں اور آپ نے ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا)

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے وہاں ابو یوسف اور زفر کی علمی عظمت کا اندازہ کرنا چنداں دشوار نہیں- جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام اعظمؒ نے فقہ حنفی میں کوئی مرتب و منظم تصنیف نہیں فرمائی تھی- آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی فقہی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے- کبھی آپ انہیں املا بھی کراتے تاہم یہ تمام کام امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے ہاتھوں تکمیل کے مراحل تک پہنچا- ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں- پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا"(۴۳)

امام محمدؒ نے جن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں- پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کیا ہے انہیں کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے- دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں- ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے- کتب ظاہر الروایہ چھ ہیں- المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، کتاب السیر الکبیر، کتاب السیر الصغیر اور زیادات- یہ چھ کتابیں ابو الفضل نے اپنی تصنیف کتاب الکافی میں جمع کر دی ہیں- بعد ازاں علامہ سرخسی نے کتاب

المبسوط میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔(۴۴)

(محمصانی نے کتاب النوادر کی تفصیل کے علاوہ امام اعظمؒ کے دیگر تلامذہ کی تصانیف نیز فقہ حنفی کے مسائل پر مشتمل مشہور کتب فتاویٰ کی تفصیل بھی اپنی تصنیف فلسفۃ التشریع فی الاسلام میں دی ہے۔(دیکھیے اردو ترجمہ ص۳۰ تا ۳۳)

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسائل کا طریق کار

امام اعظمؒ نے اپنی فقہ کی بنیاد کتاب وسنت اور صحابہ کرامؓ کے اقوال وفتاویٰ پر رکھی۔ آپؒ نے فرمایا: "میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم اور ان کے اصحاب وتلامذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں" (۴۵)

ابن عبدالبر نے "انتقاء" میں آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: "جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت رسول ﷺ میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتناء نہیں سمجھتا" (۴۶)

شاہ اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں: "اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل واساس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتوے اور حضرت علیؓ کے قضایا اور فتوے اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق مسائل جمع کیے" (۴۷)

شاہ صاحب امام ابوحنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور حضرت امام ابوحنیفہؒ عموماً حضرت امام ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھامے ہوئے تھے۔ اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے۔ الا ماشاء اللہ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ ان کے مذہب کی تخریجات میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے۔ تخریجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق وعمیق نظر رکھتے تھے اور فروعات پر پوری پوری نظر اور کامل توجہ تھی" (۴۸)

اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید وتصدیق کیلئے شاہ صاحب لکھتے ہیں:

> "اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب الآثار اور مصنف عبدالرزاق مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو پھر ان کو امام ابوحنیفہ کے مذہب پر منطبق کرو۔ ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیرو پاؤ گے" (۴۹)

امام ابو یوسفؒ کی کتاب "الرد علی سیر الاوزاعی" پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور فقہی مہارت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے:

''کتاب ہذا میں امام ابوحنیفہؒ کے دلائل' طرق استنباط اور مسالک کی اصل صورت دیکھی جا سکتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپ فقہی قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور نصوص کتاب وسنت کی تشریح وتوضیح کرتے وقت آپ کی عقل دقیقہ ان کے غایات اور بواعث وعلل تک پہنچ جاتی تھی''(۵۰)

امام ابو یوسف کی دوسری کتاب ''اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی'' پر تبصرہ کرتے ہوئے ابوزہرہ لکھتے ہیں: ''یہ کتاب جن مفید مسائل ولادلہ پر مشتمل ہے وہ امام ابوحنیفہ کی فقہی بصیرت وفراست کی جیتی جاگتی تصویر ہے''(۵۱)

اس مہارت اور دقیق وعمیق نظر اور فقہی بصیرت وفراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتوی دیتے تو کہہ دیتے

''ھذارأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه وھواحسن ماقدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فھوا ولی بالصواب''(۵۲)

شاہ اللہ محدث دہلویؒ نے امام شعرانی کی تالیف کتاب الیواقیت والجواہر کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے:

''انه یقول ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان لایفتی بکلامی''(۵۳)
یعنی جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتوے نہیں دینا چاہیے''

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام محمد کی ہی وہ شخصیت ہے جنہوں نے امام اعظم سے قدرے استفادہ اور امام ابو یوسف سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی۔ ان کے متعلق شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب پر غور وخوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے کو امام مالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فبہا وگرنہ پھر صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب واساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے تو اسے اختیار کر لیتے اور اگر اپنے مذہب ومسلک اور عمل فقہاء کو ضعیف قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف میں سے جس کا مذہب ومسلک راجح

قوی پاتے اختیار کر لیتے'' (۵۴)

ابوزہرہ کتاب الخراج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل' احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاوی پر ہے- وہ احادیث روایت کر کے ان سے علل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کا ذکر کرتے ہیں'' (۵۵)

جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے کہ فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے' اس امر کا ذکر کرنا بے حد ضروری ہے کہ عہد عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب وتمدن سے وابستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے- لہذا یہ ایک منطقی نتیجہ تھا کہ نئے نئے مسائل پیدا ہوئے اور عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب وسنت کی روشنی میں ان کے حل کیلئے پوری پوری کوشش کی- ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے- ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

> ''امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تو پودے لگا دیے اور شافعیوں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت وبرتری تھی وہ منظر عام پر آ گئی'' (۵٦)

ابن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب فقہ پر بھی تبصرہ کیا ہے- مذاہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب بہ نسبت اور مذاہب کے حضریت کے رنگ واثر سے دور ہی رہا'' (۵۸)

حنبلی فقہاء کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتا ہے:

> ''امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا- گو ان کا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے'' (۵۹)

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا- پھر فقہائے

حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا تو قواعد پر بصیرت افروز بحثیں اٹھائیں- اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے:

''بہر حال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات فقہ کی گہرائیوں تک خوب پہنچتے ہیں اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں- اس فن میں ابوزید الدلوسی حنفی کا نام خصوصیت سے لیا جا سکتا ہے- انہوں نے قیاس پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو سب کتب پر فوقیت لے گئی- اور اس میں قابل قدر بحثیں اٹھا کر وہ تمام شروط زیر بیان لائے جن کی حاجت محسوس ہوتی ہے اور جن کے بغیر چارہ نہیں- خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے احناف نے علم اصول فقہ پر بیش از بیش کتابیں لکھیں اور اس علم کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا'' (۶۰)

بعض مستشرقین نے اسلامی فقہی مذاہب کا تقابلی جائزہ لیا ہے- چنانچہ یوسف شاخت (Joseph Schacht) نے امام اعظم اور امام شافعی اور دیگر ائمہ کے طرق استنباط پر تبصرہ کیا ہے- اس ضمن میں چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں:

"Shafi merely borrous and repeats the reasoning of Abu Hanifa"________" He is less Technically legal than Abu Hanifa."________" Shafi reproduces almost litarally shaibanis argument."_________" Shafii adopts and eluborates part of shaibanis systemative argumnets against the Medinese, Although in each cave the diverges from both ancient schools."

امام شافعی امام ابوحنیفہ کے استدلال کو محض مستعار لیتے ہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہیں...... ''وہ فنی اور قانونی اعتبار سے ابوحنیفہ سے پیچھے ہیں...... ''امام شافعی امام محمد الشیبانی کا تقریباً چربہ اتارتے ہیں...... ''امام شافعی (امام مالک کے) مدنی مکتب فکر کے بجائے امام محمد الشیبانی کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں- اگرچہ وہ ہر مسئلے میں ان دونوں قدیم مکاتب فکر سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں-

مصنف مذکور نے ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی کے طرق استنباط اور دلائل کا مقابلہ پیش کیا ہے- بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتا ہے:

"The examples with which I illustrated the development

of legal reasoning show the superiority of Abu Hanifa's technical legal thought over that of Ibn Abi Laila."(62)

وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشو وارتقاء کو واضح کیا اس امر پر دال ہیں کہ ابوحنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نظر ابن ابی لیلیٰ کے استدلال اور نقطہ نظر سے فوقیت کا حامل ہے۔

امام اوزاعی (نیز ابن ابی لیلیٰ) کے ساتھ امام اعظم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی مصنف رقم طراز ہے:

Those Numerous cases which show Abu Hanifa's legal thought not only move broadly based and more thorughly applied than that of Auzai and Ibn Abi Laila, but thechnically more highly developed more circumspect and more refined.(63)

(ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کی نسبت ابوحنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وقیع النظری پر مبنی اور کامل اور مکمل طور پر منطبق نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے انتہائی ارتقائی' زیادہ محتاط اور زیادہ دقیقہ رس ہے۔

اسی مصنف نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان شاندار الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے:

"Abu Hanifa shows a high degree of technicar reasoning, is sharp righted and systematic and anticipates shafi's doctrine."

ابوحنیفہ ایک اعلیٰ درجے کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں۔ وہ بڑے دقیقہ رس' صاحب بصیرت اور باصول ہیں اور شافعی کے اصول ونظریات کو ان سے بہت پہلے بحث میں لائے ہیں۔

مسلک حنفی کی خصوصیات

اسلام دین فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کیلئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم نے جو منبع رشد وہدایت ہے اور اسلامی فقہ وقانون کا ماخذ اول ہے۔ انسانی زندگی کیلئے بنیادی زریں

اصول کی نشاندھی کردی ہے-اس کے اجمالی احکام کی تشریح وتوضیح سنت رسول ﷺ سے میسر آ جاتی ہےاوران دنوں یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں مشابہ اورمماثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے- جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ناگزیر تھے- اگر چہ ان اختلافات کی نوعیت موجودہ دور میں کسی عدالت کے فاضل ججوں کی آراء میں اختلاف کی طرح ہے- چنانچہ مختلف فقہی مکاتب فکر وجود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل السنت والجماعت کے نزدیک چاروں ائمہ احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں-علی بن سلطان الہروی لکھتے ہیں:

''اتفق علیه علماء الامةمن اهل السنةوالجماعةان الائمة الاربعة کلهم علی طریق الهدایةالمبنیةعلی الاصوال القواعد الشرعیةوالفروع والجزئیات الفقهیة''

(اہل سنت والجماعت کے علماء امت اس امر پر متفق ہیں کہ چاروں ائمہ کرام' امام اعظم ابوحنیفہ' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رشد وہدایت کے ایک ایسے طریق پر گامزن ہیں جو شرعی اصول وقواعد' فروع اور جزئیات فقیہ پر مبنی ہے)

ان چار مقبول ومشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فروغ نصیب ہوا- سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فروغ جیسا کہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے' محض حنفی فقہاء کے عہدہ قضاۃ پر مامور ہونے کی وجہ سے ہوا یا فقہ حنفی کے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوا ہے-قبل اس کے مسلک حنفی کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے' مسلک حنفی کی شہرہ آفاق کتاب الھدایہ میں سے چند مسائل بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں جن سے مسلک حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی-

(۱) نکاح میں گواہ

''ولاتشترط العدالةحتی ینعقدبحضرةالفاسقین عندناخلافا للشافعی له ان الشهادةمن باب الکرامةوالفاسق من اهل الاهانةولنانه من اهل الولایةفیکون من اهل الشهادةوهذا لانه لمالم یحرم الولایةعلی نفسه لاسلامه لایحرم علی غیره لانه من جنسه ولانه صلح مقلدافیصلح مقلدا''(۶۵)

نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ ہماری رائے میں نکاح دو فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جائے گا- اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے- ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی وجہ اعزاز ہے اور فاسق کا شمار لائق اہانت لوگوں میں ہوتا ہے- ہماری (احناف) کی رائے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ واضح امر ہے کہ جب اسے مسلمان ہونے کی بناء پر خود اپنے متعلق حقِ ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسروں کے متعلق بھی محروم نہیں رکھا جائے گا کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ قاضی مقرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی قاضی ہو سکتا ہے- (لہذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے-

۲- تین طلاقیں دینا:

"وطلاق البدعةان يطلقهاثلاثابكلمةواحدةاوثلاثافي طهر واحدفاذافعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصياوقال الشافعي كل الطلاق مباح لانه تصرف مشروع ولناان الاصل في الطلاق هوالحظرلمافيه من قطع النكاح الذين تعلقت به المصالح الدينيةوالدنيوية والاباحةللحاجةالى الخلاص ولاحجة الى الجمع بين الثلاث وهي المفرق على الاطهار ثابتةنظرا الى دليلها"(٦٦)

طلاق بدعی کی صورت یہ ہے کہ شوہر تین طلاقیں یکبارگی دے ڈالے یا ایک ہی طہر میں دے- جب وہ ایسا کر بیٹھے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور وہ (غلط طریق سے طلاق دینے والا) گنہگار ہو گا- امام شافعی فرماتے ہیں کہ (گنہگار ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ) ہر طلاق مباح ہے اور یہ ایک شرعی تصرف ہے- ہماری دلیل یہ ہے کہ طلاق سے دراصل منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے وہ ازدواجی رشتہ منقطع ہو جاتا ہے جس کے ساتھ دین و دنیا کی بہت سی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں- اس کی اجازت صرف گلوخلاصی کی ضرورت کے تحت ہے اور (جب یہ ضرورت ایک طلاق سے پوری ہو سکتی ہے تو) یکبارگی تین طلاق دینے سے کیا فائدہ؟ جہاں تک اس کے مختلف طہروں میں دینے کا سوال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں واقعی ضرورت کی دلیل ملحوظ رہتی ہے-

۳-مطلقہ کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح

"واذاطلق امرأةطلاقابائنااورجعیالم یجزله ان یتزوج باختها حتی تنقضی عدتهاوقال الشافعی: ان کانت العدةعن طلاق بائن اوثلاث یجوز لانقطاع النکاح بالکلیةاعمالاللقاطع ولهذا لووطئهامع العلم بالحرمةیجب الحدولناان نکاح الاولی قائم لبقاء احکامه کالنفقةوالمنع والفراش وللقاطع تأخرعمله ولهذا بقی القیدوالحدلایجب علی اشارة کتاب الطلاق وعلی عبارة کتاب الحدودیجب لان الملك قدزال فی حق الحل فیتحقق الزناولم یرتفع فی حق ماذکرنافیصیرجامعا"(۶۷)

(اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق بائن یا رجعی دے دے تو اس کیلئے جائز نہیں کہ مطلقہ بیوی کی بہن کو اپنے نکاح میں لائے جب تک اس کی عدت پوری نہ ہو جائے- امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر عدت طلاق بائن یا تین طلاقوں کی ہے تو (بیوی کی بہن سے نکاح جائز ہے کیونکہ) طلاق کے اثر کی وجہ سے نکاح کلی طور پر زائل ہو چکا ہے- اسی بناء پر اگر اس نے دانستہ مطلقہ بیوی سے مجامعت کی تو اس پر حد واجب ہوگی- ہماری دلیل یہ ہے کہ پہلا نکاح اپنے بعض احکام مثلاً نفقہ' گھر سے نکلنے سے منع' نسب وغیرہ کے) احکام باقی ہونے سے ابھی باقی ہے اور طلاق نے تو محض اس کے اثر کو متاخر کر دیا ہے- لہٰذا یہ ممانعت موجود رہے گی اور کتاب الطلاق کے اشارے کے مطابق اس پر حد بھی واجب نہ ہوگی اور کتاب الحدود میں اسے اس لئے واجب کیا گیا کہ نکاح کی ملکیت زائل ہو چکی ہے- لہٰذا بدکاری ثابت ہوگی لیکن جو مسئلہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں نکاح کی ملکیت زائل نہ ہوگی- چنانچہ مرد دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے والا قرار پائے گا)

۱-مطلقہ کی عدت

"والحمل علی الحیض اولی اماعملاًبلفظ الجمع لانه لوحمل علی الاطهاروالطلاق یوقع فی طهرلم یبق جمعاًاولانه معرف لبرأةالرحم وهوالمقصوداولقوله علیه الصلاةوالسلام وعدةالامة حیضتان فیلتحق بیانابه"(۶۸)

(اور قروء سے مراد حیض لینا زیادہ مناسب اور راجح ہے- اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ قروء کا لفظ جمع ہے (اور جمع میں کم از کم تین افراد ہوتے ہیں) لہذا اگر طہر کے معنی میں استعمال ہوگا تو جمع نہیں رہے گا کیونکہ اس طہر کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہوتا ہے جس میں طلاق واقع ہوتی ہے- دوسری دلیل یہ ہے کہ عدت کا مقصد برأت رحم کا معلوم کرنا ہے اور یہ برأت حیض ہی سے معلوم ہوسکتی ہے- تیسری دلیل حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ باندی کی عدت دو حیض ہوتی ہے- یہ حدیث قروء کی تشریح قرار پائے گی (کہ جب باندی کی عدت کی تعیین حیض سے کی گئی ہے تو آزاد عورت کی عدت کا تعین بھی اسی سے ہوگا)

۵- مصارف زکوٰۃ:

’’فهذه جهات الزكوٰة فللمالك ان يدفع الى كل واحد منهم وله ان يقتصر على صنف واحد وقال الشافعي لايجوز الاان يصرف الى ثلاثة من كل صنف لان الاضافة بحرف اللام للاستحقاق ولنا ان الاضافة لبيان انهم مصارف لالاثبات الاستحقاق ولهذا ماعرف ان الزكوٰة حق الله تعالى وبعلة الفقر صاروا مصارف فلايبالي باختلاف جهاته والذى ذهبنا اليه مروى عن عمر وابن عباسؓ‘‘(٦٩)

(زکوٰۃ کی یہ سب وہ صورتیں ہیں جو بیان کردی گئی ہیں- پس مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ ان میں سے ہر ایک کی زکوٰۃ ادا کردے اور اسے یہ بھی حق حاصل ہوگا کہ کسی ایک ہی صنف کو پوری زکوٰۃ ادا کردے- امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فقط کسی ایک صنف کو زکوٰۃ ادا کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ زکوٰۃ اسی صورت میں ادا ہوگی جب آٹھ اصناف (مصارف ثمانیہ) میں سے ہر صنف کے کم از کم تین افراد کو زکوٰۃ دی جائے کیونکہ للفقراء میں لام سے اضافت کی گئی ہے جو ان اصناف کا حق ثابت کرتا ہے- احناف کی دلیل یہ ہے کہ لام اضافت بیان کیلئے ہے- اس سے آٹھ اقسام کا لازمی مستحق ہونا ثابت نہیں ہوتا- اور اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ اللہ تعالی کا حق ہے اور لوگ غربت، ناداری اور افلاس کی بناء پر زکوٰۃ کے مصرف قرار پاتے ہیں لہذا اختلاف جہات کا چنداں لحاظ نہ رکھا جائے گا- اور ہمارا یہ مؤقف اس بناء پر

ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ سے یہی طریقہ منقول ہے)

۶-زکوٰۃ میں قیمت کی ادائیگی

''ویجوز دفع القیم فی الزکوٰۃ عندنا وکذافی الکفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر وقال الشافعی لایجوز اتباعاللمنصوص کمافی الهدایا والضحایا ولنا ان الامر بالاداء الی الفقیر لایصال المرزوق الموعود الیه فیکون ابطالا لقید الشاة فصار کالجزیة بخلاف الهدایا لان القربة فیها اراقة الدم وهو لایعقل ووجه القربة فی المتنازع فیه سد خلة المحتاج وهو معقول''(۷۰)

''ہمارے (احناف) کے نزدیک زکوٰۃ میں واجب شدہ چیز کے بجائے اس کی قیمت کا ادا کرنا جائز ہے-اسی طرح کفاروں میں یا صدقہ فطر میں یا عشر میں یا نذر میں کسی واجب شے کی بجائے اس کی قیمت ادا کی جاسکتی ہے-امام شافعی فرماتے ہیں ایسا کرنا جائز نہیں تا کہ نصوص کی قطعی پیروی کی جاسکے-جیسا کہ ہدیہ یا قربانی کے جانوروں کی صورت ہے(یعنی ان کی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی) ہماری دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ فقیر کو ادا کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے جو رزق پہنچانے کا وعدہ کر رکھا ہے انہیں پہنچایا جائے-لہذا اس پر بکری یا بھیڑ کی شرط لگانا اس مقصد کو باطل کر دے گا-لہذا اس کی حیثیت جزیہ کی ہوگی (جزیہ میں واجب چیز بھی دی جاسکتی ہے اور قیمت بھی) جہاں تک امام شافعی نے ہدیہ کے جانوروں پر قیاس کیا ہے وہ صورت اس سے مختلف ہے کیونکہ وہاں عبادت کا پہلو یہی ہے کہ خون بہایا جائے اور خون بہانے کا عبادت قرار پانا بظاہر خلاف قیاس ہے لیکن جہاں تک زیر نظر مسئلے کا تعلق ہے اس میں عبادت کا پہلو یہ ہے کہ محتاج کی ضرورت کو پورا کیا جائے اور یہ قیاس کے عین مطابق ہے''

۷-بچے اور مجنون پر زکوٰۃ:

''لیس علی الصبی والمجنون زکوٰۃ خلافاللشافعی فانه یقول هی غرامة مالیة فتعتبر بسائر المؤن کنفقة الزوجات وصار کالعشر والخراج ولنا انها عبادة فلا تتادی الا بالاختیار تحقیقا لمعنی الابتلاء ولا اختیار لهما لعدم العقل بخلاف الخراج لانه

مؤنةالارض وكذالك الغالب فی العشرمعنی المؤنة ومعنی العبارةتابع "(۷۱)

"بچے اور دیوانے پرزکوٰۃ واجب نہیں-امام شافعی کااس بارے میں اختلاف ہے- وہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک مالی تاوان ہے-لہذا اسے دوسرے مالی احکام مثلاً بیویوں کے نفقے' عشر' خراج وغیرہ پرقیاس کیاجائے گا(یعنی اگرکسی بچے یامجنون کا نکاح کردیاجائے توبیوی کے اخراجات اس کے مال سے ادا کیے جائیں گے)ہماری(احناف کی)دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہےاورعبادت کی صحت کادارومدار اختیارورضاپر ہے جس سے ابتلااور آزمائش کاتحقق ہوتاہےمگر بچے اورمجنون میں اختیارہی کہاں ہے کیونکہ وہ توعقل سے عاری ہیں(اس لئے احکام شرع کے مکلّف نہیں)اس مسئلےکوخراج پرقیاس کرنادرست نہیں کیونکہ خراج تو زمین کالگان ہے اورعشرکی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس میں مالی مشقت کاپہلونمایاں اورعبادت کاپہلوثانوی درجے کاحامل ہے"

۸-مقروض پرزکوٰۃ

"ومن كان عليه دين يحيط بماله فلازكوٰةعليه وقال الشافعی تجب لتحقق السبب وهوملك نصاب تام ولنااته مشغول بحاجة الاصليةفاعتبرمعدوماكالماء المستحق بالعطش وثياب البدلةوالمهنة"(۷۲)

"جوشخص اپنے مال کی قیمت سے زیادہ کامقروض ہواس پرزکوٰۃ واجب نہ ہوگی-جبکہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہوگی کیونکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کا سبب موجود ہےاوروہ یہ کہ وہ پورےنصاب شرعی کامالک ہے-احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ مال دراصل اس کی ضرورت میں لگاہواہےلہذا اسے نہ ہونے کے برابرتصورکیاجائے گا- جیساکہ وہ پانی جوپینے کیلئے مخصوص ہو(اس کے ہونے کے باوجودتیمّم جائزہوگا)ایسے ہی پہننے اور عام استعمال کے زائدکپڑے(اگرچہ ان کی قیمت نصاب سےزیادہ ہو)نہ ہونے کے برابر ہیں(یعنی ان پرزکوٰۃ واجب نہ ہوگی"

۹-نمازکے لیےتیمّم

"ويصلی بتيممه ماشاء من الفرائض والنوافل وعندالشافعی

یتمم لکل فرض لانه طهارة ضرورية ولنا انه طهور حال عدم الماء فیعمل عمله مابقی شرطه'' (۷۳)

''اور جو شخص تیمّم کرے وہ اس تیمّم سے جتنے فرائض (فرض نمازیں) اور نوافل چاہے ادا کرسکتا ہے- امام شافعی کی رائے میں ہر فرض (نماز) کیلئے الگ تیمّم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تیمّم ایک ایسی طہارت ہے جو ضرورت کی بناء پر ہے- ہماری رائے میں تیمّم پانی نہ ہونے کی صورت میں طہارت کی شرعی صورت ہے- لہذا جب تک پانی نہ ملے اسے وضو کے قائم مقام شمار کیا جائے گا''

نماز' زکوٰۃ' نکاح اور طلاق کے مسائل پر مشتمل مندرجہ بالا مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلک حنفی نہ صرف یہ کہ دوسروں کی نسبت یسیر العمل اور آسان ہے بلکہ تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے- اب اگر مقروض پر جس کے پاس بقدر نصاب مال تو ہے لیکن اس کا اپنا نہیں زکوٰۃ لازم کردی جائے تو کتنا عجیب ہوگا- آج تمام تجارتی 'صنعتی اور سرکاری اداروں کے حسابات میں Assets میں سے Liabilities وضع کرنے کے بعد ہی بقایا جات نکالے جاتے ہیں اور اثاثوں کے شمار کے لیے یہ طریق صرف مسلمانوں کے ہاں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں معمول ہے- اسی طرح اگر زکوٰۃ میں قیمت کی ادائیگی کی سہولت نہ رکھی جائے تو نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ دینے والے کو بلکہ زکوٰۃ حاصل کرنے والوں کیلئے خاص طور پر موجودہ تمدن کے تقاضوں کے پیش نظر کس قدر دشواری پیش آسکتی ہے- مصارف زکوٰۃ میں احناف کا طریق بھی یسیر العمل اور تمدن کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کہ کوئی شخص زکوٰۃ کی رقم مصارف زکوٰۃ میں سے کسی ایک یا زائد مستحقین کو ادا کرسکتا ہے- امام شافعی کے موقف پر عمل کرنے کی صورت میں اسے ہر مد میں برابر تقسیم کرنا ہوگا- یہی نہیں بلکہ ہر مد کے کم از کم تین افراد کو شامل کرنا ہوگا- اس میں جو دقت اور شواری پیش آئے گی وہ اہل نظر سے مخفی نہیں- اسی طرح نکاح میں اگر عادل گواہ میسر ہوں تو بڑی مستحسن بات ہے- لیکن اگر عادل گواہ میسر نہ ہوں تو کیا نکاح جو انسانی تمدن کا سنگ بنیاد ہے' عام گواہوں کی موجودگی کے باوجود انعقاد پذیر نہ ہو؟ مثال کے طور پر اس برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی اکثریت بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث مکاتب فکر سے وابستہ ہے- تینوں کے نزدیک ڈاڑھی منڈوانا یا کتروانا فسق ہے اور ایسے فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں- اب ایسے ماحول میں عادل گواہ لانا جوئے شیر سے کم نہیں- اگرچہ دین سے وابستہ پورے طور پر متشرع لوگ موجود ہیں لیکن ''للا کثر حکم الکل'' تینوں طلاقوں کے یکبارگی دینے کو مباح قرار دینے سے مقاصد نکاح پر ضرب کاری لگتی ہے- مطلقہ عورت کی عدت میں اس کی بہن سے نکاح کو جائز قرار

دینے میں قرآن حکیم کے ارشاد ''وان تجمعوابین الاختین '' کے مطلق حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔اسی طرح مطلقہ عورت کو تین طہر قرار دینے سے قرآن حکیم کے لفظ ثلاثہ جو مکمل تین کے معنی کے لیے خاص ہے' کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں یہاں قارئین کی دلچسپی کیلئے اصول فقہ کی مشہور و متداول کتاب ''نورالانوار'' سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے احناف کا طریق استدلال واضح طور پر سامنے آجاتا ہے:

''بطل تاویل القروء بالاطھارفی قوله تعالی :''والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء''وبيانه ان قوله تعالی مشترك بين معنی الطهروالحيض فاوله الشافعی بالاطهارلقوله تعالی فطلقوهن لعدتهن علی ان الام للوقت ای فطلقوهن لوقت عدتهن وهوالطهرلان الطلاق لم يشرع الافی الطهربالاجماع واوله ابوحنيفةبالحيض بدلالةقوله تعالی ثلاثةلانه خاص لايحتمل الزيادةوالنقصان والطلاق لم يشرع الافی الطهرفاذاطلقهافی الطهروكانت العدةايضاهی الطهرفلايخلواماان يحتسب ذلك الطهرمن العدةاولافان احتسب منهاكماهومذهب الشافعی يكون قرئين وبعضا من الثالث لان بعضامنه قدمضی وان لم يحتسب منها ويؤخذثلث اخرماسوی هذالقروء يكون ثلثا وبعضاوعلی كل تقديريبطل موجب الخاص الذی هوثلاثة واسااذاكانت العدةهی الحيض والطلاق فی طهرلم يلزم شيئی من المحذورين بل تعدثلث حيض بعدمعنی الطهرالذی وقع فيه الطلاق''(۷۴)

ارشاد باری تعالی: ''والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثةقروء'' میں لفظِ قروء سے طہر مراد لینا باطل ہے۔اس کی تشریح یہ ہے کہ لفظ قروء ایک مشترک لفظ ہے جس کے معنی طہر کے بھی ہیں اور حیض کے بھی۔چنانچہ امام شافعی نے اس سے طہر مراد لیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ ارشاد ربانی ''فطلقوهن لعدتهن '' میں لام وقت ظاہر کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے یعنی عورتوں کو ایسے وقت میں طلاق دو کہ ان کی عدت کا شمار ہو جائے اور وہ وقت طہر ہے کیونکہ اس امر پر اجماع ہے کہ شرع میں طلاق صرف

طہر میں دی جا سکتی ہے-امام اعظم نے قروء سے مراد حیض لیا ہے-ان کی دلیل ارشاد ربانی میں مذکور لفظ ''ثلاثۃ'' ہے جو خاص ہے (اور ۲ سے زائد اور ۴ سے کم سالم عدد ہے) جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں (یعنی نہ پونے تین کو تین کہا جائے گا اور نہ ہی ساڑھے تین کو تین کہا جائے گا) اور طلاق صرف طہر کی حالت میں دینا مشروع ہے-پس جب مرد نے طہر کی حالت میں طلاق دی اور عدت کا شمار بھی طہر سے کیا گیا-تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس طہر کو (جس میں طلاق دی گئی) عدت میں شمار کیا جائے جیسا کہ امام شافعی کا موقف ہے تو یہ عدت دو پورے اور ایک ادھورے طہر پر مشتمل ہوگی کیونکہ اس طہر کا ایک حصہ یقینی طور پر گزر چکا ہے (لہذا پورے تین نہ ہوئے) اور اگر اس طہر کو شمار نہ کیا جائے اور بعد میں ایک پورا طہر شامل کیا جائے تو یہ تین سے زیادہ ہو جائیں گے-ان ہر دو صورتوں میں پورے تین قروء کے حکم پر عمل نہیں ہوتا لیکن جب عدت کو حیض سے شمار کیا جائے اور طلاق طہر میں دی جائے تو کوئی دقت پیش نہیں آتی (مرد شریعت کے مطابق طہر کی حالت میں طلاق دے گا) اور عورت کی عدت اس طہر کے بعد جس میں طلاق دی گئی تین حیض شمار کی جائے گی)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فقہ حنفی کا انحصار اکثر و بیشتر قرآن حکیم پر ہے-ایک تیمم سے کئی فرض ادا کرنا اور اس میں ''لم تجدوا ماء'' کے ارشاد ربانی کو ملحوظ رکھنا' وضو کے احکام' ظہار کے کفارے میں کھانا کھلانے کے ضمن میں ''من قبل ان یتماسا'' کی قید عائد نہ کرنا' کفارے میں غلاموں کو آزاد کرنے میں کسی قسم کی قید نہ لگانا' مسئلہ رضاعت اور بالغہ لڑکی کے اختیار اور اس قسم کے بے شمار مسائل اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ مسلک حنفی کا کامل انحصار قرآنِ حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث کو مدار ٹھہرایا گیا ہے-جہاں کہیں قرآنِ حکیم اور حدیث میں تعارض نظر آیا ہے وہاں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے کہ دونوں پر عمل ہو بشرطیکہ ''لا یتغیر بہ حکم الکتاب'' بصورت دیگر قرآن حکیم پر ہی عمل کیا گیا ہے-

کلامی بحثوں میں الجھے بغیر یہاں اس امر کا اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک افعال فی نفسہا برے یا بھلے نہیں بلکہ شارع نے جن افعال کی تلقین کی ہے-مثلاً نماز اور زکوۃ وہ اچھے ہیں اور شراب نوشی و بدکاری اس لئے برے ہیں کہ شارع نے ان سے منع کیا ہے-امام شافعی کا میلان اسی طرف تھا اور غالباً اسی کے زیر اثر ابوالحسن اشعری نے علم کلام کی بنیاد اسی مسئلے پر رکھی-لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب و سنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں-ان

میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ نتیجۃً مسلک حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ ان مختصر مباحث کے بعد اگر ہم اب مسلک حنفی کی خصوصیات کا تنقدی جائزہ لیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ:

۱۔ مسلک حنفی دوسرے مکاتب فکر کی نسبت آسان اور یسیر العمل ہے۔

۲۔ یہ مسلک تمدن کے تقاضوں کے موافق ہے۔

۳۔ اس مسلک کے احکام و مسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

۴۔ اس مسلک کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی۔

۵۔ اس کے مدونین بلند پایہ علمی کمالات کے حامل ہیں۔

۶۔ اور اس مسلک کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انحصار قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مسلک حنفی کے تمدنی تقاضوں کے مطابق اور یسیر العمل ہونے کی بناء پر دوسرے فقہی مکاتب فکر اس کے خوشہ چین رہے ہیں۔ بقول ابن خلدون ''امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا اور حدیث میں اونچے مرتبے پر فائز ہونے کے باوجود فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے'' احناف کے شوافع سے مناظرے بھی ہوتے رہے لیکن اس کے باوجود شوافع نے بعض مسائل میں احناف کے موقف کو اپنایا۔ چنانچہ اس ضمن میں علی بن سلطان الہروی نکاح، زکوٰۃ، شہادت اور بیع و شراء کے بعض مسائل کی نشاندھی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ان الشافیعۃ لولم یلقدوا مذھب الحنفیۃ فی المسائل الدینیۃ لوقعوا فی المحرمات الدنیۃ'' (۷۵)
>
> (اگر حضرات شوافع احناف کی بعض دینی مسائل میں پیروی نہ کرتے تو ضرور حرام امور کا ارتکاب کر بیٹھتے)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ چاروں ائمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا مسلک حنفی کا خاصہ ہے۔ وہ یسیر العمل اور آسان ہے اور اس بناء پر اسے عالمی شہرت اور فروغ حاصل ہوا۔ مولانا نور بخش توکلی نے بجا طور پر کہا ہے:

> ''مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی'' (۷۶)

مسلک حنفی تاریخ کے آئینے میں:

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ فقہ حنفی کے مرتبین کس قدر علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے کس قدر جانفشانی محنت اور مہارت سے کام کیا۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ مسلک حنفی کو بہت زیادہ فراغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں مسلک حنفی کے عالمی فروغ کی نشاندھی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلادِ عجم میں بکثرت پھیلے پڑے ہیں''(۷۷)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

"The Hanafi school originated in Iraq and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine".

(حنفی مکتب فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہد عباسیہ میں اسے غالب و فائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی)

عباسی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کے عروج کا حال سنیے:

The Hanafi Madhab became the only Authoritative code of law on the public life and official administration of justice in all the provinces of the Ottoman Empire".

(حنفی مذہب کو کلی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام صوبوں میں نہ صرف عوامی زندگی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے)

حنفی قاضی اور جج اپنی مہارت کی بناء پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسرے مکتب فکر کی پیروی کی جاتی تھی۔

"Under the Ottomans the judgment seats were occupied by the Hanafies sent from coustuntina pole, Even in countries where the population followed another madhhab."(80)

(عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے۔ جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا حتی کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی

مذاہب کی پیروتھی)

دورحاضر کے نامور ماہر قانون ڈاکٹر صبحی محمصانی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم یہ بتائیں گے کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لیے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے محکمہ عدل وقضاء کے لیے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے۔ اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا۔ اور اس مذہب کی روشنی میں مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تدوین ہوئی'' (۸۱)

سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:

''گیارہویں صدی ہجری (مطابق سترہویں صدی عیسوی) میں ہندوستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے فتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کیلئے اس نے شیخ نظام کی زیر قیادت ہندوستان کے مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی بنائی تاکہ وہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف کریں جس میں ظاہر روایات کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر تمام علمائے فقہ متفق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل فقہیہ ایک کتاب میں جمع کروائے جو فتاویٰ ہندیہ یا فتاوی عالمگیریہ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی نسبت بادشاہ مذکور کی طرف ہے۔

فتاوی عالمگیریہ ایک جامع کتاب ہے جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں (اس کا اردو ترجمہ ۱۰ جلدوں میں شائع ہو چکا ہے)...... یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاوے کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے'' (۸۲)

المختصر مسلک حنفی جسے خلافت عباسی میں (Prevailing official Doctrine) غالب وفائق سرکاری قانون) کی حیثیت حاصل تھی، خلافت عثمانی میں بھی Authoritative code of law (مستند مجموعہ قوانین) قرار پایا اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون سازی کیلئے اسے ہی موزوں پایا۔ بقول محمصانی مجلۃ الاحکام العدلیہ کے اکثر احکام ومسائل بھی مذہب حنفی کی ظاہر الروایہ کتابوں سے ماخوذ ہیں'' (۸۳)

حکومت مصر کے زیر اہتمام قدری پاشا مرحوم نے قانون کی ایک کتاب ''مرشد الحیر ان الی

معرفۃ اموال الانسان' مرتب کی جو مذہب ابوحنیفہ سے ماخوذ تھی اور قانون عصر جدید کے مطابق تھی۔
دورحاضر میں فقہ حنفی کو جو فروغ حاصل ہے اس کے متعلق ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' میں بیان کیا گیا ہے:

"Even now adays the Hanafi school prevails in the former Ottoman countries. In Tunisia for Instance it is equal to the Malike rite and also in Egypt it is the officially recognized law school. Further it is predomina it in central Asia(Afghanistan, Turkestan, Bukhara, Samarkand) and in India."(84)

(آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تیونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیا (افغانستان' ترکستان' بخارا سمرقند) اور ہند میں بھی غالب وفائق ہے)

اس وقت جامعۃ الازہر میں دوسرے مکاتب فکر کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی بھی تدریس کی جاتی ہے اور اسے ترجیح حاصل ہے:

"In the Azhar Mosque the most important muslim University of the present days, All four schools are still represented by teachers and pupils as before the coming of Ottoman supremacy, whereby the Hanafi Maktab came supreme."(85)

(جامعہ الازہر میں جو عصر حاضر کی سب سے اہم مسلم یونیورسٹی ہے' آج بھی چاروں مکاتب فکر کے نمائندہ اساتذہ اور طلبہ موجود ہیں۔ اسی طرح جیسا کہ عثمانی ترکوں کی بالادستی سے پہلے معمول تھا اور تب سے حنفی مذہب کو فوقیت حاصل رہی ہے)

مولانا نور بخش توکلی نے بعض ناقدین حضرات کے اس شبہ کا کہ امام ابویوسف نے حنفی مذہب کو فروغ دیا' ازالہ کرتے ہوئے مناقب الامام الاعظم کے حوالے سے لکھا ہے:

''امام ابوحنیفہؒ ۱۲۰ھ میں مسند اجتہاد پر متمکن ہوئے اور امام ابویوسف کو خلیفہ ہارون الرشید نے ۱۷۰ھ کے بعد عہدہ قاضی القضاۃ پر مامور کیا۔ ان پچاس برسوں میں مذہب

حنفی کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور وہ امام صاحب کے شاگردوں کے ذریعہ کوفہ کی حدود سے باہر حرمین شریفین، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ، رافہ، نصیبین، دمشق، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصبہان، حلوان، استرآباد، ہمدان، نہاوند، رے، قومس، وادمغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، نسا، مرو، بخارا، سمرقند، کیش، صفانیاں، ترمذ، بلخ، ہرات، قمستان، سبستان اور خوارزم وغیرہ مقامات میں پہنچ چکا تھا......
معلوم ہوا کہ مذہب حنفی کی اشاعت صرف اپنے ذاتی محاسن کی وجہ سے ہوئی۔ امام صاحب کے ہزاروں شاگردوں نے جو آسمان فقہ کے ستارے ہیں امام صاحب کے مسائل کی روشنی دور دور تک پھیلا دی تھی'' (۸٦)

ہم اس مضمون کو ڈاکٹر صبحی محمصانی کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مذہب حنفی کی عصر حاضر میں عالمی اشاعت کے متعلق قلمبند کیا ہے۔ مصنف علام لکھتے ہیں:

''جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں جیسے مصر، سوریا اور لبنان ان کا مذہب بھی محکمہ عدل وقضاء میں حنفی چلا آتا ہے۔ حکومت ٹیونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام والبانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادات میں یہی ہے اور مسلمانانِ بلقان وقفقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح اہل افغانستان وترکستان اور مسلمانان پاک وہند وچین میں بھی یہی مذہب غالب ہے۔ اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں'' (۸۷)

حوالہ جات

۱۔ صبحی محمصانی، فلسفہ التشریع فی الاسلام، اردو ترجمہ فلسفہ شریعت اسلام از محمد احمد رضوی، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۴۸

۲۔ ایضاً

۳۔ شارٹر، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مطبوعہ لائیڈن، ۱۹۴۱ء، ص ۱۳۱

۴۔ ابن خلدون، مقدمہ، اردو ترجمہ، ص ۴۶۹

۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ برہان الٰہی از محمد اسماعیل گودھری، لاہور حصہ اول، ص ۳۷۵

۶۔ ابن خلدون، مقدمہ، اردو ترجمہ، ص ۴۶۷

۷۔ ابن خلدون، مقدمہ، اردو ترجمہ، ص ۴۶۷

۸۔ صبحی محمصانی، فلسفہ التشریع فی الاسلام، اردو، ۳۷ تا ۳۸

۹۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ برہان الٰہی از محمد اسماعیل گودھری، لاہور حصہ اول، ص ۳۷۵

۱۰۔ خیر الدین الزرکلی: الاعلام، الجزء التاسع، ص ۴

۱۱۔ ابوزہرہ: ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراءہ وفقہہ، اردو ترجمہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ از غلام احمد حریری مکتبہ سلفیہ، لاہور ص ۴۶

۱۲۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، مطبوعہ مصر، ۱۹۳۱ء، ج ۱۳ ص ۳۲۶

۱۳۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۵۰ تا ۵۱۔ نیز دیکھیے سیوطی تبیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ بحوالہ حاشیہ طحاوی، مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۵۴ھ جزء اول، ص ۲۶، نیز نور بخش توکلی، الاقوال الصحیحہ، ص ۱۸ تا ۲۹

۱۴۔ ابوزہرہ: حیات امام ابوحنیفہ، ص ۵۱۔ ابوزہرہ کا یہ تبصرہ دراصل بعض ناقدین کے اس اعتراض کے جواب میں ہے کہ امام اعظم کو سوائے فقہ کے دوسرے علوم میں دسترس حاصل نہ تھی۔ شیخ ابن حجر مکی نے اس قسم کے اعتراضات کی وجہ حسد بتائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: احذران تنوهم من ذلك ان اباحنيفة لم يكن له خبرة تامة بغير الفقة حاشالله كان فى العلوم الشرعية من التفسير والحديث والالة من العلوم الادبية والمقايس الحكمية بحر الايجارى واماما لا يمارى وقول بعض اعدا ء فيه خلاف ذلك منشؤه الحسد

(یہ وہم نہ کر بیٹھنا کہ امام ابوحنیفہ کو سوائے فقہ کے کسی علم سے پوری واقفیت نہ تھی۔ حاشاللہ: وہ علوم شرعیہ تفسیر وحدیث اور علوم آلیہ یعنی علوم ادبیہ ومقایس حکمیہ میں سمندر تھے۔ جن کی ہمسری

نہیں کی جا سکتی' اور امام تھے جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور آپ کے بعض مخالفین کا جو قول اس ضمن میں آپ کے خلاف بیان ہوا ہے اس کی وجہ حسد ہے) (الخیرات الحسان' مصر' ص ۲۷ تا ۲۸)

علامہ نور بخش توکلی نے سعد بنارسی کی الجرح علی ابی حنیفہ اور حامد حسن کی استقصاء الافہام میں لکھے گئے اسی قسم کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

''حضرت امام الائمہ سراج الامہ تو وہ عالی شان ہیں کہ جن کے محامد کی توصیف میں حنفیہ کے علاوہ مذاہب ثلاثہ کے ائمہ وفقہاء و محدثین بھی رطب اللسان ہیں اتمام حجت کیلئے یہاں نمونہ کے طور پر مذاہب ثلاثہ کے چند علماء کے اسماء گرامی مع تفصیفات درج کیے جاتے ہیں''
(تفصیل کیلئے دیکھیے الاقوال الصحیحہ ص ۷ تا ۹)

ڈاکٹر صبحی محمصانی نے بھی اسی قسم کی غلط فہمی کا ازالہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''ابن خلدون نے بعض لوگوں کے حوالے سے جو بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ سے صرف تقریباً سترہ حدیثیں روایت کی گئی ہیں' ہم اسے قرین صحت اور قابل پذیرائی نہیں سمجھتے'' فلسفہ شریعت اسلام'' ص ۴۰ - نیز دیکھیے امام اعظم کے علم حدیث پر محمد علی کاندھلوی کی مستقل کتاب ''امام اعظم اور علم حدیث''

۱۵۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد' ج ۱۳ ص ۳۳۳

۱۶۔ صبحی محمصانی: فلسفہ شریعت اسلام: ص ۳۸ تا ۳۹

۱۷۔ الزرکلی'' الاعلام'' الجزء التاسع' ص ۵' الزرکلی نے ابوحنیفہ کے ترجمے میں امام مالک کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ: رأیت رجلا لو کلمته فی هذه الساریة ان یجعلها ذهبا لقام بحجته''

۱۸۔ خطیب بغدادی'' تاریخ بغداد'' ج ۱۳ ص ۳۴۲

۱۹۔ ایضاً ص ۳۳۵ تا ۳۴۷ - نیز دیکھیے علی بن سلطان محمد الہروی مخطوطہ

۲۰۔ ایضاً ص ۷ تا ۸

۲۱۔ شارٹر' انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' مطبوعہ لائیڈن ۱۹۶۱ء' ص ۹

۲۲۔ ابن الاثیر الجزری: التاریخ الکامل' الجزء الخامس' ص ۲۱۷

۲۳۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد' ج ۱۳' ص ۳۶۳ تا ۳۷۰

۲۴۔ ایضاً ص ۳۶۵

۲۵۔ تفصیل کیلئے دیکھیے الزرکلی: الاعلام' الجزء التاسع' ترجمہ ابوحنیفہ

۲۶۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۲۱ تا ۳۲۲، نیز دیکھئے تاریخ بغداد ج ۱۴، ترجمہ یعقوب بن ابراہیم، ابویوسف القاضی۔

۲۷۔ شاہ ولی اللہ دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ، اردو ترجمہ برہان الٰہی، حصہ اول ص ۳۸۷

۲۸۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۲۱

۲۹۔ (الف) ایضاً

۲۹۔ (ب) خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ج ۱۴، ترجمہ ابویوسف القاضی

۳۰۔ اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں E.Fagnam نے کیا ہے ۱۹۲۱ء میں پیرس سے شائع ہو چکا ہے (دیکھئے شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ص ۱۳۱

۳۱۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۲۶

۳۲۔ ایضاً، ص ۳۳۴

۳۳۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مطبوعہ لائیڈن ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۱

۳۴۔ شاہ ولی اللہ: حجۃ اللہ البالغہ (برہان الٰہی) حصہ اول، ص ۳۸۷

۳۵۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۳۶

۳۶۔ ایضاً، ص ۳۴۴

۳۷۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، مطبوعہ لائیڈن ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۱

۳۸۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۵۰ - نیز تاریخ بغداد ج ۱۴، ترجمہ ابویوسف القاضی

۳۹۔ المناقب للمکی بحوالہ ابوزہرہ، ص ۳۱۰

۴۰۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۰۸

۴۱۔ المناقب للمکی، بحوالہ ابوزہرہ، ص ۳۱۱

۴۲۔ خطیب بغدادی: تاریخ بغداد، ج ۱۴- ترجمہ یعقوب بن ابراہیم ابویوسف القاضی۔ (امام محمدؒ کا شماران میں اس لیے نہیں کیا گیا کہ آپ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی کیونکہ امام اعظم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف ۱۸ برس تھی)

۴۳۔ ابوزہرہ: حیات حضرت امام ابوحنیفہ، ص ۳۰۹

۴۴۔ محمصانی: فلسفہ التشریع فی الاسلام، اردو ترجمہ: فلسفہ شریعت اسلام، ص ۳۰

۴۵۔ ابوزہرہ: حیات امام ابوحنیفہ، ص ۵۷

۴۶۔ ابن عبدالبر: انتقاء، ۱۳۵۰ھ، ص ۱۴۳- بحوالہ صبحی محمصانی، ص ۳۸

۴۷۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ: اردو ترجمہ: برہان الٰہی' ص ۳۸۱

۴۸۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' ص ۳۸۶

۴۹۔ ایضاً' ص ۳۸۷

۵۰۔ ابوزہرہ: حیات امام ابوحنیفہ' ص ۳۳۱ تا ۳۳۲

۵۱۔ ایضاً' ص ۳۳۱

۵۲۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' ص ۴۱۷

۵۳۔ ایضاً' ص ۴۱۶

۵۴۔ ایضاً' ص ۴۸۷

۵۵۔ ابوزہرہ: حیات امام ابوحنیفہ' ص ۳۳۱ تا ۳۳۲

۵۶۔ ابن خلدون: مقدمہ' اردو ترجمہ' ص ۴۶۹

۵۷۔ ایضاً' ص ۴۷۰

۵۸۔ ایضاً' ص ۴۶۹

۵۹۔ ایضاً' ص ۴۶۹

۶۰۔ ایضاً' ص ۴۷۵

۶۱۔ یوسف شاخت' دی اورجنز آف محمڈن جیورس پروڈنس' آکسفورڈ' ۱۹۵۰' ص ۲۱۷

۶۲۔ ایضاً' ص ۲۹۴

۶۳۔ ایضاً' ص ۲۹۶

۶۴۔ ایضاً' ص ۲۹۷

۶۵۔ المرغینانی' الہدایہ' مطبوعہ مصر' الجزء الاول' ص ۱۹۰

۶۶۔ ایضاً' ص ۲۲۷

۶۷۔ ایضاً' ص ۱۹۳

۶۸۔ ایضاً' جلد ثانی ص ۲۸

۶۹۔ ایضاً' ایضاً ص ۱۱۳

۷۰۔ ایضاً' ایضا ص ۱۰۴

۷۱۔ المرغینانی' الہدایہ' ج ۲ ص ۹۶

۷۲۔ ایضاً

۷۳۔ ایضاً، ۲۷

۷۴۔ حافظ احمد المعروف ملاجیون، نور الانوار، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲

۷۵۔ علی بن سلطان الہروی: عکس مخطوطہ استنبول، ص ۹ تا ۱۰

۷۶۔ نور بخش توکلی، الاقوال الصحیحہ، ص ۵۸

۷۷۔ ابن خلدون: مقدمہ، ص ۴۶۹

۷۸۔ شارٹر، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۱۳۱

۷۹۔ ایضاً، ص ۱۰۶

۸۰۔ ایضاً، ص ۱۳۱

۸۱۔ صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۴۸

۸۲۔ ایضاً، ص ۸۸

۸۳۔ ایضاً، ص ۹۳

۸۴۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، ص ۱۳۱

۸۵۔ ایضاً، ص ۱۰۶

۸۶۔ نور بخش توکلی، الاقوال الصحیحہ، ص ۵۸

۸۷۔ صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۴۸